سلسلہ چشتیہ میں تزکیہ نفس کی اہمیت اور طریقہ کار؛ایک تحقیقی جائزہ

The Importance and Methodology of Self-Purification in Chishtiya Order: A Research Review

Naila Siddique[1]
Dr. Rizwan Younas[2]

Abstract:

This research review delves into the significance and methodology of self-purification within the Chishtiya Order, a prominent Sufi tradition in Islam. Central to Chishtiya teachings is the concept of "Tazkiyah," or self-purification, aimed at cleansing the soul and drawing closer to the Divine. Through an analysis of historical texts and contemporary perspectives, this review elucidates the theoretical framework and practical applications of Tazkiyah. Key elements of the methodology include Dhikr (Remembrance of God), Mujahada (Spiritual Struggle), Murāqabah (Spiritual Vigilance), and Suluk (Spiritual Journey). Despite facing challenges in modern times, such as cultural misconceptions and materialistic influences, the practice of self-purification remains relevant for fostering inner peace and moral integrity. Efforts to revive and adapt these practices to contemporary lifestyles are crucial for their continued efficacy and widespread adoption. Ultimately, self-purification in the Chishtiya tradition offers a pathway to spiritual growth and enlightenment, enabling individuals to realize their inherent potential and attain Divine proximity.

Keywords: *Chishtiya Order, self-purification, Tazkiyah, spirituality, Islamic Mysticism*

انسانی وجود کے ارتقاء،ارتفاع اور بقاء کا دارو مدار جسم اور روح کی ہم آہنگی پر ہے یوں بھی ہر چیز کے دو،رخ ہوتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، خارج کا تعلق انسان کی ظاہری ساخت اور برتاؤ سے ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ باہر کے رویوں کا تعین اندر کے محرکات سے ہوتا ہے اور اندر کے رویوں کا تعین خارجی ماحول کے تحت ہوتا ہے۔ادیان اور مذاہب کی رُو سے بھی ظاہر باطن کی اس تقسیم کو تسلیم کیا جاتا ہے چنانچہ اسلام میں ان دونوں پہلوؤں کو دو اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے،ایک شریعت دوسری طریقت۔۔۔ایک کا تعلق عبادات سے ہے اور دوسری کا تعلق معاملات سے۔ایک کا تعلق عمل سے ہے دوسری کا سوچنے اور محسوس کرنے سے بالفاظ دیگر شریعت، نماز،روزے ارکان اسلام کی پابندی سے متعلق احکامات پر مشتمل ہے جبکہ طریقت کا تعلق

---

[1] . PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat
[2]. Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

باطن کی پاکیزگی اور سوچ اور احساس کے ذریعے داخلی رویوں کی اصلاح کے ساتھ ہے۔ لیکن جس طرح جسم اور روح کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح شریعت اور طریقت بھی ایک دوسرے میں ضم ہیں۔ تصوف کا تعلق اگرچہ دونوں کے ساتھ ہے لیکن اس کا زیادہ جھکاؤ طریقت کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی اندر کی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ ہے۔ تصوف کے مشہور چار سلاسل میں سے ایک سلسلہ چشتیہ ہے، سلسلہ چشتیہ کا برصغیر میں دعوت و تبلیغ میں اہم کردار ہے، بلخصوص پاکستان میں سلسلہ چشتیہ کے اہم مراکز موجود ہیں، اور مبلغین کی ایک کثیر تعداد موجود ہے، اس ارٹیکل میں تصوف اور تزکیہ نفس میں سلسلہ چشتیہ کا اسلوب ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ لفظ ''تصوف'' کے مادہ اشتقاق کے باب میں مختلف اقوال ہیں، تاہم مندرجہ ذیل مادہ ہائے اشتقاق بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ الصوف: ''اونی لباس'' تصوف کو الصوف کا مصدر مانا جائے تو اس لحاظ سے اس کے معنی ہوئے وہ لوگ جو اونی لباس پہنتے ہیں۔

2۔ الصفو: ''محبت، خلوص، دوستی کے معنی ہیں'' اس مادہ کے اعتبار سے صوفی سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیا و آخرت کے اجر و جزا سے بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی سے بے لوث محبت اور دوستی کا رشتہ استوار کر لیا۔

3۔ التصوف: ''یکسو ہونا، پوری یکسوئی سے متوجہ ہونا ہے۔''

تصوف کا اصطلاحی مفہوم

لفظ تصوف کے اشتقاق کے متعلق ابتدا ہی ان محققین کے درمیان جنہوں نے اس موضوع پر کام کیا ہے بہت اختلاف رہا ہے۔ اس اختلاف میں مشرقی اور مغربی دونوں محققین شریک ہیں۔ چنانچہ ذیل کی بحث سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔[3]

علامہ لطفی جمعہ اپنی کتاب تاریخ فلاسفتہ الاسلام میں بیان کرتے ہیں:

> "کلمہ صوفی تھیوسوفیا سے مشتق ہے جو یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی حکمت الٰہی کے ہیں۔ اس اشتقاق کی رو سے صوفی سے مراد وہ حکیم ہے جو حکمت الٰہی کا طالب ہو اور ہمیشہ اس کے حصول میں کوشاں رہے۔ علامہ موصوف اپنی رائے کی تائید میں کہتے ہیں کہ جب تک یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں نہیں ہوا اور فلسفہ کا لفظ اس زبان میں داخل نہیں ہوا صوفیائے کرام نے اس علم یعنی تصوف کا اظہار نہیں کی اور نہ خود کو اس علم کے اوصاف سے متصف کیا۔"[4]

ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ مطابق ۱۰۴۸ء) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف کتاب الہند میں لکھتے ہیں:

3- محمد اقبال، علامہ، تاریخ تصوف، مکتبہ، تعمیر انسانیت، لاہور 1985 ص 3

4- محمد لطفی، تاریخ فلاسفتہ الاسلام حیدرآباد دکن 1941 ص 9

"تصوف کا لفظ اصل میں سین سے تھا اور اس کا مادہ س۔و۔ف یعنی سوف تھا جو یونانی زبان میں حکمت کے معنی میں آتا ہے۔ چونکہ صوفیا میں اشراقی حکما کا انداز پایا جاتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے اس کو سوفی یعنی حکیم کہنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس لفظ کی صورت بدل کر صوفی ہو گئی"۔[5]

علامہ ابن جوزی کا خیال ہے کہ لفظ صوفی صوفتہ سے نکلا ہے۔ یہ خیال اگر کسی حد تک قرین قیاس بھی ہو تو اس امر کا کوئی ثبوت قطعی طور پر بہم نہیں پہنچایا جا سکتا کہ صوفی کا لفظ اپنے مروجہ معنی میں صوفتہ ہی سے نکلا ہے۔ کیونکہ یہ تو ایک خاص قبیلے کا نام تھا اور قبیلے تک ہی محدود تھا۔ چنانچہ اس لفظ کا عرب کے حدود سے نکل کر بیرونی ممالک میں اس قدر مقبول اور مشہور ہونا حقیقت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔۔[6]

علامہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء) اپنے رسالہ صوفیاء و فقراء میں مختلف اقوال کو رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قول معروف وہ ہے کہ تصوف کی نسبت صوف سے ہے۔۔[7]

ابن خلدون (متوفی ۷۵۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء) کا بھی یہی قیاس ہے۔ عربی لغت کی رو سے تصوف کے معنی ہیں اس نے لباس صوف پہنا۔ جیسے قمیض کے معنٰی ہیں اس نے قمیض پہنی۔ ابتداء میں لوگ صوفیہ کو صوف پوش کی بنا پر صوفی کہنے لگے۔[8]

مغربی محققین میں سے جنہوں نے تصوف پر خاص تحقیقات کی ہیں۔ نولڈیکی (متوفی ۱۹۳۰ء) اور پروفیسر نکلسن (متوفی ۱۹۴۵ء) کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اول الذکر کی رائے میں صاحب تصوف یعنی صوفی صوف سے ماخوذ ہے اور یہ نام ان صوفیاء کو دیا گیا ہے جنہوں نے عیسائی راہبوں کے تتبع سے ترک دنیا کے بعد صوف یعنی پشم کا لباس اختیار کیا۔[9]

ان مذکورہ بالا دو تعریفوں کے علاوہ بھی تصوف کی بے شمار تعریفیں بیان کی جاتی ہیں۔

ایک لفظ جو تصوف میں بکثرت استعمال ہوتا ہے وہ ہے باطنیت (esotericism) کا لفظ اور اس کو ظاہری زندگی یعنی ظاہریت (exotericism) سے اندرونی زندگی کو الگ شناخت دینے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، گو ظاہری زندگی سے یوں تو مراد دنیاوی زندگی کی لی جا سکتی ہے اور عام انسان اس سے وہ زندگی لے سکتا ہے جو مذہبی زندگی (عبادت کے اوقات) سے علاوہ ہو لیکن تصوف میں ایک صوفی کی مراد اس ظاہری زندگی سے اس زندگی کی ہوتی ہے جو غیر صوفی بسر کرتے ہیں۔ جنید 830ء تا 910ء (کے مطابق صوفی، خود کے لیے مرا ہوا اور خدا کے لیے زندہ ہوتا ہے

5- نعمانی، شبلی، الغزالی، اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور، 1983ء ص 277

6- اقبال، محمد، تاریخ تصوف، ص 8

7- ایرانی، قاسم غنی، تاریخ تصوف اسلام، مطبوعہ تہران ایران 1322ھ ص 44

8- ایرانی، قاسم غنی، تاریخ تصوف اسلام، مطبوعہ تہران ایران 1322ھ ص 44

9 - Prof. Nichilson, My stics in Islam, London, 1914- P, 2

تصوف کی اہمیت

انسانی وجود کے ارتقاء، ارتفاع اور بقاء کادار و مدار جسم اور روح کی ہم آہنگی پر ہے یوں بھی ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، خارج کا تعلق انسان کی ظاہری ساخت اور برتاؤ سے ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ باہر کے رویوں کا تعین اندر کے محرکات سے ہوتا ہے اور اندر کے رویوں کا تعین خارجی ماحول کے تحت ہوتا ہے۔ ادیان اور مذاہب کی رُو سے بھی ظاہر باطن کی اس تقسیم کو تسلیم کیا جاتا ہے چنانچہ اسلام میں ان دونوں پہلوؤں کو دو اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے، ایک شریعت دوسری طریقت۔۔۔ایک کا تعلق عبادات سے ہے اور دوسری کا تعلق معاملات سے۔ ایک کا تعلق عمل سے ہے دوسری کا سوچنے اور محسوس کرنے سے بالفاظ دیگر شریعت، نماز، روزے ارکان اسلام کی پابندی سے متعلق احکامات پر مشتمل ہے جبکہ طریقت کا تعلق باطن کی پاکیزگی اور سوچ اور احساس کے ذریعے داخلی رویوں کی اصلاح کے ساتھ ہے۔ لیکن جس طرح جسم اور روح کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح شریعت اور طریقت بھی ایک دوسرے میں ضم ہیں۔ تصوف کا تعلق اگرچہ دونوں کے ساتھ ہے لیکن اس کا زیادہ جھکاؤ طریقت کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی اندر کی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ ہے۔ یوں بھی Mysticism(تصوف) اصل کے اعتبار سے یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آنکھیں بند کرلینا ہیں۔10
یعنی دنیائے محسوسات سے ہٹ کر باطنی حقیقت کی طرف رجوع کرلینا کہا جاسکتا ہے کہ تصوف تزکیہ نفس کے بعد اپنی اصل سے واصل ہو جانے کے ذوق کا سفر ہے۔ یعنی پاکیزگی باطن کے عمل سے گزر کر حقیقت مطلق سے ہمکنار ہونے کا۔۔ یہ ایک طرح سے سائنس بھی ہے اور آرٹ بھی کیونکہ اگر تصوف کو صفائی باطن اور حقیقت مطلق تک رسائی حاصل کرنے کا علم تسلیم کرلیا جائے تو ایک لحاظ سے یہ سائنس کہلائے گا اور اگر اسے منزل مقصود تک پہنچنے کا عملی طریق کار مان لیا جائے تو اس کو ایک فن بھی کہا جاسکتا ہے۔

تصوف کی اہمیت علماء امت کے ہاں بھی مسلم ہے ،ملا علی قاری ،تصوف کی اہمیت پر فقہ مالکی کے امام، امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(قَالَ الْإِمَامُ مَالِكٌ: مَنْ تَفَقَّهَ --------فَقَدْ تَحَقَّقَ [11])

"امام مالکؒ نے فرمایا جس نے علم فقہ حاصل کیا اور علم تصوف حاصل نہ کیا تو وہ شخص فاسق ہو گیا اور جس نے علم تصوف حاصل کیا

تزکیۂ نفس

صوفیائے حضرات جتنے مجاہدے، ریاضات اور عبادات کرتے ہیں یا ان کا اپنے معتقدین کو درس دیتے ہیں، ان کا اصل مقصد نفس کا تزکیہ اور تطہیر ہے۔ چنانچہ سندھ کے سدا حیات اور آفاقی شاعر، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

اکر پڑہ الف جو بیا ورق سپ وسار

10-روبینہ ترین، ڈاکٹر، تصوف، ناشر بیکن بکس، ملتان، س ن، ص9

11-ملا القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، 1422ھ،، ج1ص335

اندر تون اجار پنا پڑھندین کیترا12

ترجمہ: ''اے دوست! چاہے ایک حرف ''الف'' ہی پڑھ لو، لیکن اپنے اندر کو پاک و صاف کرلو۔ اگر اندر کا تزکیہ و تطہیر نہیں کرتے تو زیادہ پڑھنے اور ورق گردانی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں''۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن و سنت اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟!۔

قرآن مجید اور تزکیۂ نفس

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا نقل کی ہے :

''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ''۔ 13

"اے ہمارے پروردگار! میری اولاد میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیج، جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور اُنہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے اندر کا تزکیہ کرے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہے کے کسی نبی کی بعثت، تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کا اصل مقصد لوگوں کے اندر کا تزکیہ ہے۔ نبی کریم اکی بعثت کے مقاصد بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ''۔14)

"اللہ تعالیٰ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُنہیں خدائی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور اُنہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کے نبی کریم اکی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو خدائی آیات سنائیں، ان کا تزکیہ کریں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں۔ لیکن غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ نبی پاک اکی بعثت کا اصل مقصد تزکیہ ہی تھا، کیونکہ تلاوتِ آیات و تعلیمِ کتاب و حکمت کا اصل مقصد تو تزکیہ ہی ہے، کیونکہ اگر تعلیم سے تزکیۂ قلب و تطہیر نفس حاصل نہ ہو تو تعلیم و تعلم، درس و تدریس سب فضول ہے، جیسا کے بھٹائی صاحبؒ کے مذکورہ شعر سے واضح ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے:

(قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا''۔15)

ترجمہ: ''بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام و نامراد ہو گیا جس نے اپنے نفس کو مٹی آلود کر دیا''۔

12-شاہ جو رسالو: سر یمن کلیان، ص:90۔

13-البقرۃ2:129۔

14-الجمعۃ62:2۔

15-الشمس91:10،9۔

" تصوف"، جن رذائلِ اخلاق سے اپنے اندر کو پاک کرنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہیں:
بدنیتی، ناشکری، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بددیانتی، غیبت وچغلی، بہتان، بدگوئی وبدگمانی، خوشامد وچاپلوسی، بخل وحرص، ظلم، فخر، ریاونموداور حرام خوری، وغیرہ۔ اور جن چیزوں سے اپنے اندر کو سنوارنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہیں:
اخلاصِ نیت، ورع وتقویٰ، دیانت وامانت، عفت وعصمت، رحم وکرم، عدل وانصاف، عفوودرگزر، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، سخاوت وایثار، خوش کلامی وخودداری، استقامت واستغناء وغیرہ۔ (جیساکہ ابوالقاسم قشیریؒ کی کتاب "رسالہ قشیریہ" اور علی ہجویریؒ کی کتاب "کشف المحجوب" اور ابونصرؒ کی کتاب "کتاب اللمع" اور شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی کتاب "شاہ جورسالو" سے ظاہر ہے)۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت کا بیشتر حصہ ان ہی رذائلِ اخلاق سے بچنے اور فضائلِ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ فضائلِ اخلاق اور رذائلِ اخلاق پر سید سلیمان ندویؒ نے "سیرت النبیؐ" کی چھٹی جلد لکھی ہے، جو 413 صفحات پر مشتمل ہے، جس میں انہوں نے سینکڑوں آیات واحادیث ذکر کی ہیں۔
اگر صرف ارکانِ اربعہ (چار اہم عبادات: نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن وسنت نے ان کا مقصد ہی تزکیۂ نفس وتطہیرِ قلب بتایا ہے۔ نماز کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

(إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ "۔16)

ترجمہ: "بے شک نماز بے حیائی اور برے اعمال سے روکتی ہے"۔

اورآپ ﷺ نے فرمایا:

(من لم تنهه صلوٰتهٗ عن الفحشاء و المنكر فلا صلوٰة لهٗ "۔17)

ترجمہ: " جس کی نماز اُسے بے حیائی اور برے عمل سے نہ روکے، اس کی نماز، نماز ہی نہیں "۔

روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ "۔18)

ترجمہ: "(تم پر روزے اس لیے فرض کیے گئے) تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"من لم يدَعْ قولَ الز ور والعمل به فليس لله حاجة بأن يدَعَ طعامَهٗ وشرابَهٗ "۔19

16-العنکبوت29:45۔

17-مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، طبع:44، 2007ء، ج:3، ص:707۔

18-البقرۃ2:183۔

19-ابوعیسیٰ: جامع ترمذی، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، طبع اول:1999ء، حدیث:707۔

ترجمہ: ’’جس نے برے قول اور برے عمل کو نہ چھوڑا،اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں‘‘۔

زکٰوۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا ‘‘۔20)

ترجمہ: ’’ان کے اموال سے صدقہ وصول کر جس کے ذریعے ان کے اندر کی تطہیر اور تزکیہ کر۔ ‘‘

آپ نے زکٰوۃ وصدقات کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا:

(واتقوا الشح فإن الشح أهلک من كان قبلكم، حملهم على أن سفكوا دمائهم واستحلوا محارمهم‘‘۔21)

ترجمہ: ’’(زکٰوۃ وصدقات دیا کرو) اور نفس کی کنجوسی و بخل سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ بخل و کنجوسی (نفس کا ایسا رذیل خلق ہے جس) نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر ڈالا، جس کے سبب انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام چیزوں کو حلال گردانا‘‘۔

اس سے صاف ظاہر ہے زکٰوۃ ، صدقات وانفاق فی سبیل اللہ کا اصل مقصد انسان کے اندر کا تزکیہ ہے ۔

حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ‘‘۔ 22)

ترجمہ: ’’جو شخص حج کے مہینوں میں حج کی نیت کرے،اُسے چاہیے کہ (عورتوں سے) چھیڑ چھاڑ نہ کرے، نافرمانی اور لڑائی جھگڑا نہ کرے‘‘۔

(وَ تَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ‘‘۔23)

ترجمہ: ’’سفر کا سامان اپنے ساتھ لے کر نکلو، کیونکہ بہترین توشہ تقویٰ ہے‘‘۔

آپ ﷺ نے فرمایا: (من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه ‘‘۔24)

ترجمہ: ’’جس نے خدا کی رضا کے لیے حج کیا اور اس میں اپنے آپ کو گناہ اور نافرمانی سے بچایا، وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر لوٹا جیسے گویا اس کی ماں نے آج اُسے جنم دیا ہے‘‘۔

ان آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ ارکانِ اربعہ کا اصل مقصد تزکیہ و تطہیرِ قلب ہی ہے، جس کا صوفیاء درس دیتے ہیں۔

20-التوبہ 103:9۔

21-مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول، ص:164۔

22-البقرۃ 197:2۔

23-البقرۃ 197:2۔

24- صحیح بخاری، کتاب الحج، حدیث:1521۔

صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث:3291۔

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ذریعے رائج ہوا اور مختلف علاقوں میں پھیل گیا۔ بے شمار لوگ آپ کی شخصیت اور تبلیغ سے متاثر ہو کر شرف بہ اسلام ہوئے اور کئی مسلمان راہ راست پر آئے۔ اگرچہ آپ کی آمد سے قبل کچھ چشتی بزرگ برصغیر میں تشریف لا چکے تھے لیکن حقیقت میں یہ سلسلہ برصغیر میں حضرت خواجہ کے ذریعہ ہی جاری ہوا اور اس کو فروغ حاصل ہوا۔ چشتی بزرگوں کی تبلیغ اور تعلیم کی وجہ سے لوگ مسلمان ہونے لگے اور ان کی رشد و ہدایت سے کفر کا اندھیرا دور ہونے لگا۔ گمراہیاں ختم ہونے لگیں اونچ نیچ اور ذات پات کی تفریق اور تمیز سے انسانوں کو نجات ملنے لگی۔ انسان اپنے شرف اور شان احترام انسانیت سے روشناس ہوا۔ ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہوا اور ایک صالح اور صحت مند معاشرہ وجود میں آیا۔ چشتی بزرگوں کی محنت سے لوگوں کو خود شناسی اور خداشناسی کا عرفان حاصل ہوا اور ایک تاریک دور کا خاتمہ ہوا اور اس معاشرے پر کاری ضرب لگی جس کی بنیاد انسانیت سوز روایات، حیاسوزی، انسانی قربانی اور طبقاتی تقسیم پر رکھی ہوئی تھی۔ اس مقصد کے لیے صوفیائے کرام نے خانقاہیں قائم کیں جہاں لوگوں کے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر خانقاہی نظام پر تبصرہ فرماتے ہیں :

"خانقاہی نظام اس اعتبار سے ایک عالمگیر جمالیاتی، انقلابی تحریک ہے کہ اس کا مقصد تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے ذریعے افراد نسل انسانی کی کایا پلٹ دینا ہے۔"25

جبکہ عبدالغفور غوری کے نزدیک :

"اگر صوفیہ باطنی اصلاح و تربیت، تزکیہ نفس اور عبادات پر توجہ نہ دلاتے تو اسلام محض ایک سیاسی پروگرام بن جاتا۔"26

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کو قبول کیا۔ دراصل سلسلہ چشتیہ میں کئی ایسی خصوصیات تھیں جن کے لیے برصغیر کے حالات خاص طور پر سازگار تھے۔ ان میں سے چند خصوصیات کا ذکر مندرجہ ذیل ہے :

اخلاقی اقدار :

مشائخ چشت کے اصلاحی پروگرام کا مرکزی نقطہ محور تعلیم اخلاقی تھا۔ وہ اس کو کار نبوی سمجھتے تھے اور دن رات اسی کوشش میں رہتے تھے کہ انسان کے اخلاق ذمیمہ کو دور کر کے اس کی شخصیت کو جلا دی جائے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی، حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ ان کی خانقاہ میں انسانی دلوں نے اس طرح راحت و سکون حاصل کیا جیسے کوئی تھکا ہارا تمازت آفتاب سے خستہ جان اور ٹھنڈے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر فرحت و اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ ان کا مقصد عوام کے ذریعے کوئی سیاسی انقلاب لانا نہ تھا بلکہ انسانی

25- نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر: اسلامی ثقافت، لاہور، فیروز سنز، ص:635

26- غوری، عبدالغفور: اسلام کی زندہ تحریک چشت، کراچی، مطبع بارگاہ، ص:51

ہمدردی کی بنیاد پر بندگان خدا کی خدمت اور ان میں اخلاقی وروحانی انقلاب پیدا کر کے اسلام کی اساسی اقدار کی حفاظت مقصود تھی۔ 27

سلسلہ چشتیہ کی بڑی خصوصیت اور امتیازی شان یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلامی تعلیم کی تنظیم و تبلیغ کی بنیاد ہندوستان میں اسی کے ذریعہ ہوئی کہ اس زمانہ میں قرآنی علوم کی پوری قوت کے ساتھ چھان بین کی جاچکی تھی۔ حدیثوں کی تنقیح ہو چکی تھی۔ فقہ کے اصول ضبط کر لیے گئے تھے اور دماغی ورزشوں کے لیے عقلی وادبی علوم کے دروازے کھل چکے تھے۔ لہٰذا ہندوستان میں چشتیوں نے سارا زور عمل واخلاص پر صرف کیا۔ یہی ان کی تعلیم کا لب لباب ہے اور یہی ان کی بالغ نظری کا ثبوت ہے جس کی وجہ سے ولایت ہند کی روحانی تربیت ان کے سپرد ہوئی۔ 28

نسبت عشق :

سلسلہ چشتیہ کی ایک خصوصیت ''نسبت عشق'' کا فروغ ہے جس کو وہ ذکر مفرد کی کثرت اور تصور ذات کے انہماک سے حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین کے دور مبارک میں مکارم اخلاق اور نسبت عشق کی تجلیات نے تاریک دلوں میں اجالا کیا۔ ماضی قریب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور چمن چشت کے دیگر بزرگوں نے جمال احسان کو سلف صالحین کے انداز میں پیش کیا اور امانت عشق کو سینہ بہ سینہ منتقل فرماتے رہے۔ آج بھی ان بزرگوں کے جانشین اور خلفا اپنے اسلاف کے مانند نفوس کی اصلاح تزکیہ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

پروفیسر لطیف اللہ لکھتے ہیں:

> ''سلسلہ چشتیہ کا اختصاص ''نسبت عشق'' کا فروغ ہے جس کو وہ ذکر مفرد کی کثرت اور تصور ذات کے انہماک سے حاصل کرتے ہیں۔'' 29

سید نورالحسن خان اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان کرتے ہیں :

> ''بزرگان چشتیہ میں خاص نسبت علوی کا ظہور ہے اور فیض عینیت کہ علی منی وانا منہ اس سے عبارت ہے اور اس طریقے میں بہت ہے اور فنا فی الشیخ کا یہی منشا ہے اور آپ کی نسبت عیسوی تھی تو اس نفخت فیہ من روحی کی مناسبت ہے کہ چشتیہ کا درد بے سماع آرام پذیر نہیں ہوتا۔'' 30

سلسلہ چشتیہ کے اسی وصف کا ذکر کرتے ہوئے کپتان واحد بخش سیال رقمطراز ہیں۔

27- تاریخ مشائخ چشت، ج: اوّل، ص: 227

28- سیرت خواجہ معین الدین چشتی، ص: 48-47

29- تصوف اور سریت، ص: 215

30- نورالحسن خان، سید، نواب: مجموعہ رسائل، مطبوعہ کان پور، 1913ء، ص: 13

” :ویسے تو برصغیر میں دیگر سلاسل مثلاً سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ، نقشبدیہ کے بزرگان دین نے بھی کافی لوگوں کی ہدایت واصلاح میں حصہ لیالیکن دراصل یہ ملک چشتیوں کا ورثہ ہے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کو برصغیر میں جو عدیم المثال کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ اسی کا حصہ ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ نسبت چشتیہ یعنی شدید نسبت عشقیہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔“31

ترک دنیا :

سلسلہ چشتیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیا سے دور رہتے ہیں تا کہ دل یاد خدا سے غافل نہ ہو جائے۔اسی لیے شیخ اپنے خلیفہ کی تکمیل تعلیم کے بعد جو سب سے اہم کام کرتا وہ اپنے خلیفہ کے دل کو مادی آلائشوں سے پاک وصاف کرتا تاکہ توکل واستغنا کی دولت سے وہ ایسامالا مال ہو جائے کہ مادی دنیا کی کوئی کوشش ان کو اپنی طرف نہ کھینچ سکے۔

حضرت خواجہ عثمانی ہارونی فرماتے ہیں کہ :

”مردوہ ہے جو دنیا کی طرف نگاہ نہ کرے نہ قریب پھٹکے جو کچھ ملے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردے اور کچھ ذخیرہ نہ کرے۔“32

حضرت بابافرید الدین گنج شکر دنیا کے متعلق فرماتے ہیں :

”فقراء کے لیے دنیا کی محبت زہر قاتل ہے۔ جس قدر دولت اوراس کے پرستاروں سے پرہیز کیا جائے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ جس قدر دنیابنانے کی محبت ہو گی اسی قدر نقصان ہو گا لہٰذا درویش کے دل میں دنیابنانے کی ذرہ بھر محبت نہ ہو۔“33

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں:

”تمام بدیاں ایک مکان میں جمع کر کے اس کی چابی دنیاوی محبت کو بنایا ہے اور تمام نیکیاں ایک مکان میں اکٹھی کر کے اس کی چابی دنیاوی ترک کو بنایا ہے۔

مزید فرمایا! راہ سلوک میں درویش وہی کہلا سکتا ہے جس کے دل میں بارحق کے سوااور کوئی خیال نہ آئے اور نہ کسی دوسری چیز میں مشغول ہو اور نہ ہی اہل دنیا سے ملاپ رکھے۔“34

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے فرمان پر اگر غور کریں تو ترک دنیا کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔آپ نے فرمایا :

”جو کبھی بھی کفاف یا خرچ لازمی سے زیادہ ہو، وہ صورت اور معنٰی میں دنیا ہے۔اطاعت خدا اخلاص کے ساتھ صورت اور معنٰی میں دنیا نہیں ہے۔ریاکاری کی عبادت جس سے فائدہ کی امید ہو، وہ صورت میں دنیا نہیں معلوم ہوتی لیکن معنٰی اصل میں دنیا ہے۔آخر

31-سیال، واحد بخش، کپتان: مقام گنج شکر، اشاعت دوم، لاہور، الفیصل ناشران، 2000ء، ص:24

32-انیس الارواح، ص:31

33-راحت القلوب، ص:67

34-مفتاح العاشقین، ص:35

میں وہ سب کام جو ایک شخص اپنی بیوی اور گھر والوں کی روزی فراہم کرنے کے لیے کرتا ہے، تا کہ ان کا حق ادا کرے۔ یہ صورت میں دنیا معلوم ہوتی ہے لیکن معنی میں دنیا نہیں ہے۔"35

حضرت نظام الدین اولیاء نے ترک دنیا کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا :

"ترک دنیا سے مراد یہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ننگا رکھے اور لنگوٹا باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا اس بات کا نام ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی، لیکن جو کچھ اسے ملے اس کی طرف راغب نہ ہو اور نہ اس سے دل لگائے۔"36

طہارت نفس :

اس طریقہ میں طہارت نفس پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ ملفوظات میں بھی جگہ جگہ طہارت نفس پر زور دیا گیا ہے اور مذموم عادات کو چھوڑنے کی تلقین کی گئی ہے اور خانقاہوں میں سالک کو بتایا جاتا ہے کہ تخریبی و تنقیدی کاموں میں الجھنے سے تعمیری و عملی صلاحیتیں فنا ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا سالک کو چاہی کہ وہ حسد، تکبر، حبِ جاہ، غرور، وغیرہ سے دل کو صاف رکھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ملفوظات میں ہے کہ ذوالنون مصری سے صوفی اور عارف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

"صوفی اور عارف وہ ہیں جن کے دل کدورت بشریت سے آزاد ہوں۔ دنیا اور حب دنیا سے صاف ہوں۔ جب ان میں یہ اوصاف پائے جائیں گے تو وہ اعلیٰ درجہ پائیں گے تمام مخلوقات سے برگزیدہ کہلائیں گے۔ وہ غیر دوست سے دور بھاگیں گے پھر وہ مالک ہو جائیں گے نہ کہ مملوک۔"37

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں :

"اس راہ (راہ سلوک) کا اصول دل کی صلاحیت ہے اور یہ صلاحیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب باطن تمام مذمات دنیاوی یعنی غل و عشق، حسد و تکبر اور حرص و بخل سے پاک کرے اور دل کو ان سے صاف کرے جو کام کی بات ہے اور درویشی کا جوہر بھی اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔"38

تزکیہ نفس میں سلسلہ چشتیہ کا اسلوب

سلسلہ چشتیہ میں تزکیہ کے لیے کوئی معین نصاب نہیں ہے بلکہ چشتی صوفیاء انفرادی طریق علاج سے اصلاح و تربیت کا کام انجام دیتے ہیں۔ مشائخ چشتیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا

35- محمد حبیب، پروفیسر: حضرت نظام الدین اولیاء حیات و تعلیمات، لاہور، بک ہوم، 2006ء، ص:90

36- فوائد الفواد، ج:1، ص:9

37- دلیل العارفین، ص:47

38- راحت القلوب، ص:66

یا رسول اللہ دُلنی علی اقرب الطریق الی االلہ افضلھا عند االلہ و اسھلھا العبادہ فقال رسول االلہ ﷺ علیک بملا زمۃ الذکر فی الخلوۃ فقال علی کرم االلہ وجہہ کیف اذکر یا رسول االلہ ۔ فقال رسول االلہ ﷺ غمض عینیک واسمع منی ثلاث مرات فالنبی ﷺ قال لا الہ الا االلہ ثلاث مراتٍ وعلی یسمع ثم قال علی کرم االلہ وجھہ لا الہ الا االلہ ثلاث مرات والنبی ﷺ یسمع ثم لقن علی کرم االلہ وجھہ الحسن البصری وھکذا حتی وصل البنا۔ -39

''یارسول اللہ! مجھے وہ راستہ بتائیے جو اللہ کی طرف لے جانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب ہو اور اللہ کے پاس وہ افضل بھی ہو اور اس کے بندوں کے لیے سب سے زیادہ آسان بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خلوت میں برابر ذکر کرتے رہو۔ حضرت علی نے پوچھا کہ میں ذکر کس طرح کرو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو بند کر اور مجھ سے تین بار سن لے۔ حضور نے تین بار لا الہ الا اللہ فرمایا اور حضرت علی سنتے رہے۔ پھر حضرت علی نے یہ طریقہ حسن بصری کو تعلیم کیا، اس طرح یہ ہم تک پہنچا ہے۔ ''

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صرف مشائخ چشتیہ سے مروی ہے۔ محدثین کے ہاں یہ نہایت غریب ہے اور بشدت منقطع۔ اس لیے کہ حسن بصری کی حضرت علی سے ملاقات تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں اور الفاظ کی رکاکت کی وجہ سے بھی اس حدیث کا قبول کرنا مشکل ہے۔ لیکن اولیاء چشت سے حسن ظن اس امر کا متقضی ہے کہ ہم اس حدیث کو انقطاع کے شبہ پر پایہ اعتبار سے ساقط نہ سمجھیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ حدیث مرسل بھی بشرط عدالت رواۃ حجت ہو سکتی ہے۔-40

سلسلہ چشتیہ میں جب شیخ اپنے مرید کو تلقین کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ایک روزہ رکھنے کا حکم کرتا ہے اور وہ دن اگر جمعرات کا ہو تو بہتر ہے پھر اس سے کہتا ہے کہ دس مرتبہ استغفار اور دس مرتبہ درود پڑھے۔ پھر وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتا ہے۔ (فاذکرواالله قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم)اور نصیحت کرتا ہے کہ مرید اس امر کی کوشش کرے کہ اس آیت کی تاکید پر ہمیشہ عمل پیرا ہو اور کوئی وقت بغیر ذکر نہ گزارے۔--

ذکر جہر :

سلسلہ چشتیہ میں اخفاء بہت زیادہ ہے ذکر جہر یعنی آواز سے ذکر کرنا ان کے ہاں صرف تہجد کے وقت مروج ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ اذکار و اشغال لوگوں کو سنانے اور دکھانے کو کریں اور تہجد کے وقت بھی ان کے ہاں ہدایت ہے کہ

39-الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص:90-91

40-شاہ ولی اللہ: القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، س۔ن، ص:68

ایسی حالت میں ذکر جہر کیا جائے کہ قریب میں لوگ سوتے نہ ہوں اور ان کے ذکر سے کسی کی نیند خراب نہ ہو۔ تہجد کے وقت پہلے بارہ رکعت دو، دو رکعت کی نیت سے نوافل تہجد پڑھے جائیں اور ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کے تین، تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جائے اور نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ ِ نُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَداً يَا االله يااالله يااالله۔

''اے اللہ پاک کر میرے دل کو اپنے غیر سے اور روشن کر میرے دل کو اپنی پہچان کے نور سے، ہمیشہ اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ۔ ''

اور اس کے بعد توبہ واستغفار پڑھے اور وہ یہ ہے :

اَسْتَغْفِرُ االلهَ الَّذِى لَااِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

''بخشش چاہتا ہوں میں اللہ سے وہ اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جیتا جاگتا اور سب کا تھامنے والا اور توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہوں۔''

اس کے بعد تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔-41

شیوخ چشت ذکر کا یہ طریقہ بتلاتے ہیں۔ طالب مکان خلوت میں دوزانو یا مربع قبلہ رو ہو کر (وضو اس میں شرط نہیں، باوضو ہو تو بہتر ہے) پیٹ کو سیدھا رکھے اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھے۔

مربع بیٹھنے کی صورت میں داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس سے لگی ہوئی انگلی سے بائیں پاؤں کی رگ ''کیماس'' کو جو گھٹنے کے خم میں واقع ہے۔ مضبوط پکڑ لے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حرارت قلب زائد ہوتی ہے اور یہ وساوس و ہوا جس کے دفع کرنے کا باعث ہوتی ہے اور قلب کے اطراف جو چربی ہوتی ہے اور جو خناس کا محل و مقر سمجھی جاتی ہے، اس کو گھلا دیتی ہے۔ اس ہیئت میں بیٹھ کر ذکر شروع کرے۔-42

شرائط ذکر :

ذکر میں سات شرائط کی رعایت ضروری ہے اور یہ شرائط ایک شعر میں جمع کر دیے گئے ہیں :

برزخ وذات وصفات ومد وشد وتحت وفوق

می نماید طالبان را کل نفس ذوق وشوق

برزخ سے مراد واسطہ صورت شیخ ہے اور ذات سے ذات وجود مطلق حق سبحانہ وتعالی ہے۔ یعنی نفی خطرات کے لیے صورت شیخ کو تجلی حق تصور کرے اور مراد صفات سے سات اسمات صفات ہیں۔ یعنی ذات مطلق کو حیات وعلم وارادہ وقدرت وسمع وبصر وکلام کے ساتھ تصور کرے اور مدّ سے مراد مدّ کلمہ لا ہے (جب ذکر نفی واثبات کیا جارہا ہو) یا تمدید الف اللہ ہے۔ (جب ذکر سہ پایہ چشتیہ

41-خلاصہ تعلیم وتصوف، ص:39

42-القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل، ص:70

ہو)اور شد سے مراد تشدید کلمہ الا اللہ ہے یا تشدید و تغلیظ اللہ اور تحت سے مراد ذکر اسم ذات کی صورت میں یہ ہے کہ اللہ کے ہمزہ کو زیر ناف سے قوت کے ساتھ شروع کرے اور فوق سے اشارہ یہ ہے کہ ذکر اسم ذات کو دماغ میں تمام کیا جائے یا پھر ذکر نفی و اثبات کی صورت میں فوق سے داہنے طرف کا مونڈھا مراد ہے۔-43

ذکر نفی واثبات چار ضربی :

ذکر نفی واثبات چار ضربی ان شرائط کو ملحوظ رکھ کر اس طرح کیا جاتا ہے۔ نماز کی نشست یا مربع بیٹھ کر اجتماع عزیمت کے ساتھ کلمہ لا مد کے ساتھ ناف سے نکالیں اور اس کو کھینچ کر داہنے مونڈھے تک لے جائے اور لفظ الا کو ام الدماغ (دماغ کی جھلی) سے نکالیں اور ارادہ کرکے غیر اللہ کو میں نے دل سے نکال دیا اور پس پشت پھینک دیا، پھر تازہ دم لے کر الا اللہ کی شدت (شد) و قوت سے قلب پر ضرب لگائے تاکہ بت باطن بالکل ٹوٹ جائے اور اثبات کے وقت مطلوب کو اپنے ساتھ ہی جانیں، بلکہ سمجھیں کہ اس کو پالیا بلکہ یہ یقین کرلیں کہ اثبات وہی کر رہا ہے اور خود درمیان سے نکل جائیں۔ لائے نفی سے مبتدی تو غیر اللہ کی معبودیت کا ارادہ کرتا ہے اور متوسط نفی مقصودیت کا اور منتہی نفی وجود کا۔ اس ذکر میں شرط اعظم جمع ہمت اور فہم معنی ہے تاکہ ذکر اس وعید میں نہ آجائے۔

چشتیہ صوفی روایت میں تزکیہ نفس کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ تزکیہ کا یہ عمل جسے تزکیہ یا تزکیہ النفس کہا جاتا ہے، روحانی ترقی اور قرب الٰہی کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ چشتیہ سلسلہ مختلف روحانی طریقوں کے ذریعے تزکیہ النفس پر زور دیتا ہے۔ غرض کہ صوفیاء کی اخلاقی تربیت میں تصوف اور تزکیہ نفس کی تمام گھتیاں سلجھ جاتی ہیں اور فرد کی مکمل تربیت ہو جاتی ہے معاشرے کو ایسے ہونہار افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو پختہ ذہن، جہد مسلسل، محنت پر کمربستہ اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں اور صرف اسی کے آگے جھکنے کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہی صوفیاء کی روحانی اور اخلاقی تربیت ہے جو ہر زمانے میں پسندیدہ خصلت کے ساتھ قائم ہے۔

43- مدارج السلوک، ص:148